R. No. 2186/57 — Regd. No. L. 944

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

[illegible]

جلد ۲۴ - شمارہ ۳۴ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

اداریہ

پاکستانی جارحیت اور ہمارا فرض

نہایت افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کے حکمراں ہندوستان کی امن دوستی کا مطلب غلط سمجھتے ہیں اور برابر کوئی نہ کوئی ایسا جھگڑا کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف ان دونوں ہمسایہ ملکوں میں نااتفاقی بڑھتی ہے بلکہ دونوں کی ترقی کے منصوبے جنگی تیاریوں کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ گاندھی اور نہرو کا دیس سب ملکوں سے دوستی کا خواہاں ہے اور پاکستان سے تو خاص طور پر وہ اچھے تعلقات رکھنا چاہتا ہے، مگر افسوس ہے کہ پاکستان برابر ہندوستان کے خلاف جنگی تیاریاں کرتا رہا اور اب تو وہ صاف طور پر فتنہ و فساد پر اتر آیا ہے۔ رن کچھ میں پاکستان نے بلا وجہ لڑائی شروع کر دی تھی اور ہندوستان کو جوابی کارروائی کرنی پڑی تھی۔ اگر کچھ دوست ملک بیچ میں نہ پڑتے تو بڑے پیمانے پر دونوں ملکوں کے درمیان جنگ شروع ہو سکتی تھی۔ یہ اچھا ہوا کہ رن کچھ کے معاملے میں سمجھوتہ ہو گیا مگر اس عہد نامے کی روشنائی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ پاکستان نے کشمیر میں مداخلت کار بھیجنا شروع کر دیئے اور جب وہاں کے لوگوں نے اور ہماری فوجوں نے پاکستان کی اس چال کو ناکام بنا دیا اور جس راستے سے مداخلت کار کشمیر میں داخل ہوئے تھے اس راستے کی کچھ چوکیوں پر مجبوراً قبضہ کر لیا تو پاکستان کی فوج ٹینکوں کے ساتھ کھلم کھلا جنگ بندی لائن کو پار کر کے بڑی تعداد میں ہندوستان کی سرحد میں داخل ہو گئی۔ اب تو یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ پاکستان نہ صرف امریکی فوجی امداد کے سہارے ہندوستان سے لڑنا چاہتا ہے بلکہ اسی وجہ سے اس نے ہندوستان کے دشمن چین سے ساز باز کیا ہے کہ وہ ہندوستان کو ہر طرح زک پہنچائے۔ پاکستان یہ سمجھتا تھا کہ اس نے مجاہدین کے نام سے جو سپاہی کشمیر کی وادی میں بھیجے ہیں، وہ وہاں کے لوگوں کو ورغلانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر پاکستان کی فوج کو آگے بڑھنے کا موقع مل جائے گا، مگر کشمیر کے لوگوں نے پاکستان کا منہ توڑ جواب دیا اور جو گڑبڑ پھیلانے اور فساد کرنے آئے تھے وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں منہ چھپائے پھر رہے ہیں اور رفتہ رفتہ ہندوستانی فوج اور کشمیری عوام ان کا پتہ لگا کر انھیں ختم کر رہے ہیں۔ اب پاکستان نے جموں کے علاقے میں جو چڑھائی کی ہے اس کا ہندوستانی فوج پوری طاقت سے مقابلہ کر رہی ہے اور جلد ہی پاکستان کو اس کی حماقت کی سزا مل جائے گی۔ اس کا پورا امکان ہے کہ یہ لڑائی اور بڑھے اور اس لیے ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ عام زندگی کے اختلافات کو تھوڑی دیر کے لیے نظر انداز کر کے متفقہ طور پر اس خطرے کا مقابلہ کرے اور ایک طرف نیک نیتی، یکجہتی اور امن کی فضا قائم رکھے اور دوسری طرف دشمن کے ہر اقدام کو ناکام بنا دے۔ دراصل پاکستان کی حکومت ہندوستان کے سیکولر نظام کو اپنے وجود کے لیے خطرہ سمجھتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس سیکولر نظام کو ہر طرح مضبوط رکھیں اور ملک کی سالمیت اور عزت کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ اس سلسلے میں اکثریت اور اقلیت، ہندو، مسلم، عیسائی، سکھ یا شمال جنوب کا فرق بے معنی ہے۔ اس وقت پورے ہندوستان کو مل کر اس خطرے اور ایسے دوسرے خطروں کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہمیں دنیا کو دکھانا ہے کہ ہم امن کے پجاری ہیں مگر ہندوستان کی طرف کوئی بھی نظر بد سے دیکھے گا تو اسے اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

اس شمارے میں

صدر انجمن موٹر کے حادثے میں زخمی

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جسٹس ریٹائرڈ ہوے آنند نرائن ملا صدر انجمن ترقی اردو (ہند) ۲۸ راگست کو ایک موٹر کے حادثے سے زخمی ہوگئے اور اپ پاؤں کی ہڈی میں شگاف پڑجانے کی وجہ سے نادرن ریلوے اسپتال میں ہیں جہاں چھ ہفتے تک بستر پر رہنا پڑے گا۔ ہم ان کی جلد صحت یابی کی دعا کرتے ہیں۔ (ادارہ)

شاہ نیپال کے کلام کا اُردو ترجمہ

شاہ نیپال مہاراج مہندر دیو بکرم شاہ دیو کا نیپالی کلام اردو میں منتقل کیا جارہا ہے اور اسے ملکۂ نیپال کے نام سے معنون کرنے کی اجازت بھی حاصل کر لی گئی ہے۔

شاہ نیپال نیپالی زبان کے ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ ان کی تقریباً ساڑھے تین درجن نیپالی نظموں کا مجموعہ "اسٹی کالاگی" کے نام سے طبع ہوچکا ہے، جو نیپال یونی ورسٹی کے ایم۔ اے کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

ان نیپالی نظموں کا منظوم ہندی ترجمہ "اسی کے لیے" کے نام سے اس سے قبل شایع ہوچکا ہے اور منظوم انگریزی ترجمہ بھی شایع ہوچکا ہے۔

تیسرا کادمی کے صدر جناب مقبول احمد لاری نے شاہ نیپال سے ان کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ شایع کرنے کی اجازت حاصل کرلی ہے۔

(ہم قلم۔ کراچی)

مولانا ابوالکلام آزاد کا مقبرہ

نئی دہلی۔ ۳۰ اگست۔ دہلی میں مولانا آزاد کے مقبرہ کی مناسب طور پر دیکھ بھال کے لیے حکومت ہند نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے۔
تعمیرات و مکانات کے مرکزی وزیر شری مہرچند کھنہ کی زیر صدارت یہ کمیٹی مقبرے کے آس پاس کے علاقے کو دلکش اور خوشنما بنانے کے اقدامات پر بھی غور کرے گی۔

کمیٹی کے ممبران کے نام حسب ذیل ہیں۔

دہلی کے میئر شری نورالدین احمد، ریلویز کے نائب وزیر شری شیام ناتھ، میر مشتاق احمد، جناب جمل خان، مفتی عتیق الرحمٰن، وزارت تعمیرات و مکانات کے سکریٹری شری برج کرشن اور دہلی ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے نائب صدر شری تنے، ایل۔ کچن۔ (قومی آواز۔ لکھنؤ)

کامن ویلتھ کتابوں کی نمائش

لندن۔ یکم ستمبر۔ برطانیہ کی نیشنل بک لیگ نے کامن ویلتھ ملکوں کے ناشروں سے کہا ہے کہ وہ کامن ویلتھ آرٹس فیسٹی ول کی کتابوں کی نمائش کے لیے اپنی کتابیں بھیجیں۔

نیشنل بک لیگ کامن ویلتھ تعلقاتی دفتر کے ایما پر اس نمائش کا انتظام کر رہی ہے۔ نمائش ۵ر اکتوبر کو لندن کے مارلبرو ہاوس میں منعقد ہوگی اور چار ہفتے جاری رہے گی۔ بعد میں اسے برطانیہ کے صوبائی مرکزوں میں منتقل کیا جائے گا۔ (الجمعیۃ دہلی)

یونیسکو کا ماہر کتابوں کی تیاری کے سلسلے میں مشورہ دیگا

نئی دہلی۔ یکم ستمبر۔ یونیسکو کی جانب سے کتابوں کی اشاعت و طباعت کے ایک ممتاز امریکی ماہر مسٹر آتھر آئرن برگ کی خدمات وزارت تعلیم کو مہیا کر دی گئی ہیں۔ موصوف یکم ستمبر ۱۹۶۵ء سے کتابوں کی اشاعت و طباعت کے شعبہ میں مشیر کی حیثیت سے کام کریں گے۔
مسٹر آئرن برگ وزارت تعلیم اور کتابوں کی اشاعت و طباعت میں دلچسپی لینے والی تنظیموں اور اداروں کو کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں پیش آنے والے مختلف مسائل کے بارے میں مشورہ دیں گے علاوہ ازیں موصوف دیہاتی کتب خانوں اور ریڈنگ رومز کی توسیع سے متعلق آزمائشی پراجیکٹوں، بھارت کے علاقائی ادب میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے قومی میکانزم تیار کرنے اور اشاعتی اور مطالعاتی مواد کے سرچشمے کی ترقی اور یونیسکو کے مطالعاتی مواد کے پراجیکٹ کے حوالے سے شروع کیے گئے تحقیقاتی کاموں کے ضمن میں بھی مشورہ دیں گے۔

(الجمعیۃ۔ دہلی)

ہندوستانی ادیبہ کا انگریزی ناول

ہندوستان کی ناولسٹ انیتا ڈیسائی اپنے دوسرے ناول کی اشاعت کے سلسلے میں حال ہی میں لندن آئی تھیں۔ ان کے اس ناول کا نام "وائسز ان دی سٹی" ہے۔ اُن کے پہلے ناول "کرائی دی پیکاک" کی ناقدوں نے بہت تعریف کی تھی نئے ناول میں کلکتہ میں رہنے والی دو بہنوں اور ان کے بھائی کی کہانی بتلائی گئی ہے ناشروں (پیٹر اوون لمیٹڈ) کا کہنا ہے کہ یہ ناول عہد جدید کے ہندوستانی سماج میں لوگوں کی زندگی پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے۔ (ہندوستان ریویو برطانیہ)

اکبر میموریل کمیٹی الٰہ آباد، راجہ جی کی رامائن اور مہابھارت اردو میں شایع کرے گی

الہ آباد۔ الہ آباد کی اکبر میموریل کمیٹی نے مسٹر سی راجگوپال آچاریہ کی دو تصنیفات رامائن اور مہابھارت کو اردو میں شایع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔
یہ اعلان کرتے ہوئے کمیٹی کے سکریٹری نے کہا کہ راجہ جی سے ان کی دونوں تصنیفوں کی اشاعت کی اجازت لے لی گئی ہے۔ ان کتابوں کے انگریزی اور ہندی ترجمے شایع ہوچکے ہیں۔

(سیاست جدید۔ کانپور)

عبدالقوی دسنوی

"صحافت پاکستان و ہند میں"

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا نام ادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ "صحافت پاکستان و ہند میں" ڈاکٹر صاحب کی تصنیف ہے۔ جو مجلس ترقی ادب، ۲ کلب روڈ، لاہور سے جون ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب مذکور ۵۰۸ صفحات پر مشتمل ہے اور خوب صورت چھپی ہوئی ہے۔ یہ اس کتاب کی پاکیزہ چھپائی اور مصنف کے نام کی کشش ہی تھی کہ جب پہلی مرتبہ کتب خانہ شرقیہ بھوپال میں اس پر نظر پڑی تو بے اختیار اس کی ورق گردانی شروع کی، اور پھر باضابطہ مطالعہ شروع کیا۔ اس کتاب کا چھبیسواں باب مولانا ابوالکلام آزاد سے متعلق ہے اس کے بعض حصوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا نہیں کیا ہے بلکہ دوسروں کی تحقیق پر بھروسہ کر لیا ہے۔

چنانچہ "لسان الصدق" کے سلسلے میں ڈاکٹر خورشید صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"احسن الاخبار کے تبادلے میں بے شمار ملکی اور غیر ملکی اخبار آجاتے تھے جب اخبار بند ہوا تو یہ اخبار بھی بند ہونے لگے۔ مولانا نے ریڈنگ روم کے قدیمی ساتھی مولوی محمد یوسف جعفری (جنھوں نے بعد میں شمس العلماء اور خان بہادر کے خطاب پائے) کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ فل سکیپ تقطیع پر "لسان الصدق" کے نام سے ایک جزو کا پندرہ روزہ رسالہ نکال لیا جائے ...... مولوی محمد یوسف جعفری کو یہ تجویز پسند آئی انھوں نے اس کی مالی ذمہ داری قبول فرمائی اور لسان الصدق نکل آیا۔"

(صـ ۳۸۰)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لسان الصدق پندرہ روزہ تھا آگے انھوں نے یہ بات اس طرح سے اور صاف کر دی ہے کہ

"چھ ماہ بعد سے ماہنامہ رسالہ بنا دیا گیا۔"

حالانکہ پہلی بار یہ رسالہ ۲۰ر نومبر ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا اور اسی وقت سے اس کی حیثیت ماہنامہ کی تھی مولوی محمد یوسف جعفری صاحب کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ "انھوں نے اس کی مالی ذمہ داری قبول فرمائی" مالی ذمہ داری اور مالی مدد میں بڑا فرق ہے۔ لسان الصدق میں آزاد کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جعفری صاحب نے مالی امداد ضرور فرمائی۔

"جناب مولوی محمد یوسف صاحب جعفری کے ہم نہایت ممنون اور مشکور ہیں جو ابتداءً اس رسالے کے سرپرست حامی رہے تھے جنھوں نے نہ صرف اسے مالی مدد پہنچائی بلکہ اس کے طبع و اشاعت کے انتظام میں کافی حصہ لیا۔"

(لسان الصدق جلد ۲ نمبر ۹ فروری ۱۹۰۵ء)

اسی طرح کچھ اور لوگوں نے بھی اس کی مالی مدد کی تھی جس کا ذکر مولانا آزاد اس طرح کرتے ہیں:

"نیز ذیل کے علم دوست اصحاب نے ابتداء سے اسے مالی مدد سے قوت پہنچائی ہے اور ہم ان کے نہایت ممنون و مشکور ہیں:

جناب مولوی سید احمد حسین مرحوم و مغفور۔ جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت جناب منشی حبیب الٰہی صاحب صوفی وجناب منشی محمد اکمل حسن صاحب اکمل۔ ان میں پہلا نام نہایت دل دکھانے والا ہے اگر مرحوم آج بقید حیات ہوتے تو رسالے کو بہت ترقی ہوتی۔"

مقاصد کے سلسلے میں خورشید صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"جناب شبلی نعمانی کی نظامت میں انجمن ترقی اردو قائم ہوئی اور آزاد اس کی مجلس عاملہ کے رکن بنائے گئے تو لسان الصدق کے دو اور مقاصد قرار پائے اول ترقی اردو، دوم اصلاح رسوم۔ انجمن ترقی اردو نے اسے اپنا ارگن بنا لیا اور اس سے لسان الصدق کی خریداری میں خاصہ اضافہ ہو گیا۔"

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ لسان الصدق کے جاری ہونے کے بعد انجمن کی بنیاد پڑی حالانکہ انجمن ترقی اردو کی بنیاد ۴ر جنوری ۱۹۰۳ء کو دہلی میں ایجوکیشنل کانفرنس کے غیر معمولی اجلاس میں پڑی تھی اور اس کے دس ماہ بعد ۲۰ر نومبر ۱۹۰۳ء میں "لسان الصدق" کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا اور شروع ہی سے اس کے حسب ذیل مقاصد تھے۔

(۱) سوشیل ریفارم یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنی۔

(۲) ترقی اردو یعنی اردو زبان کی علمی و ادبی ترقی کی کوشش کرنی۔

(۳) تنقید یعنی ملک کی مشہور تصنیفوں اور اخباروں پر منصفانہ ریویو کرنا۔

(۴) علمی مذاق کی اشاعت خصوصاً بنگالہ میں۔

پھر آزاد اس کے مجلس عاملہ کے رکن کب بنائے گئے اس انجمن کے عہدے دار اور کارکن حسب ذیل تھے۔

صدر انجمن: ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ اسکوائر پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

نائب صدر: شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد خاں صاحب ایل ایل ڈی

مولانا الطاف حسین صاحب حالی۔
سکریٹری: شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی
اسسٹنٹ سکریٹری مولوی حامد علی صاحب صدیقی سہارنپوری
(سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اردو ۱۹۰۴ء، مرتبہ شبلی نعمانی)

اس کا بھی پتہ نہیں چلا کہ انجمن نے "لسان الصدق" کو اپنا ارگن بنایا، اور کب سے بنایا۔ پھر ڈاکٹر صاحب ملے یہ کہاں سے معلوم کیا کہ اس کی خریداری میں خاصا اضافہ ہو گیا۔
آگے ڈاکٹر صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"کچھ ماہ بعد اسے ماہنامہ رسالہ بنا دیا گیا۔ اور کتابی صورت میں کم از کم تین جزو کی ضخامت تک پہونچا دیا گیا۔ سال بھر بعد مولانا بمبئی گئے تو پرچہ بمبئی سے نکلنے لگا۔ ایک حادثے کی وجہ سے آگرے میں قیام کیا تو لسان الصدق بھی وہیں سے چھپنے لگا پھر بمبئی گئے تو رسالہ بھی وہاں پہونچ گیا اور جب عراق کا سفر پیش آیا تو پرچہ بند ہو گیا۔ یہ ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے۔"

مولانا آزاد ومالک کے اجراء ہونے کے سال بھر بعد نہیں بلکہ چھ سات ماہ بعد بمبئی گئے تھے۔ لیکن لسان الصدق کلکتہ ہی سے شائع ہوتا رہا جیسا کہ جون وجولائی ۱۹۰۴ء کے لسان الصدق سے پتا چلتا ہے جس میں ایک "نہایت ضروری اطلاع" شائع ہوئی تھی۔

"ایک نہایت ضروری اطلاع"

چونکہ کچھ عرصے سے ایڈیٹر لسان الصدق مولوی ابوالکلام آزاد دہلوی بمبئی میں مقیم ہیں اور غالباً ایک عرصہ تک مقیم رہیں گے لہذا آئندہ سے وہ خطوط جو رسالے کے مضامین یا کسی اور ایسے مطالب سے متعلق ہوں۔ جن کا تعلق خاص ایڈیٹر سے ہے اور نیز تمام مضامین ذیل کے پتہ سے براہ راست ایڈیٹر کے نام بھیجے جائیں مگر درخواست خریداری اور ارسال زر بدستور منیجر دفتر لسان الصدق تاراچند اسٹریٹ نمبر ۱۶ کلکتہ کے پتہ سے کرنا چاہیے کیونکہ مقام اشاعت بطور سابق کلکتہ ہے۔

ایڈیٹران اخبار و رسائل

کی خدمت میں بھی التماس ہے کہ آئندہ سے مبادلہ کے اخبار و رسائل بمبئی کے پتہ سے روانہ فرمائیں کیونکہ ایڈیٹر کا قیام ایک عرصہ تک بمبئی میں رہے گا۔
(بمبئی پوسٹ آفس بھائیکلہ پلاسس روڈ نمبر ۱۱۳) منیجر"

یہ اعلان جون جولائی ۱۹۰۴ء کے لسان الصدق میں شائع ہوا ہے اس کے بعد کوئی پرچہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ میرا اندازہ ہے کہ ابھی قیاس ہے کہ پرچہ بند ہو گیا۔ اگر یہ درست ہے تو پھر آگرہ اور دوبارہ بمبئی سے چھپنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کے کہنے کے مطابق جب عراق کا سفر پیش آیا تو پرچہ بند ہو گیا۔ یہ علوم نہ ہو سکا کہ کس ماہ میں بند ہوا۔ ہاں ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ستمبر ۱۹۰۴ء تک لسان الصدق بند ہو گیا لیکن ان ہی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۴ء کے بعد یہ پرچہ بند ہوا ہے اس لیے کہ ایک سال تک تو پرچہ کلکتہ سے نکلتا رہا۔ پھر بمبئی۔ پھر آگرہ اور دوبارہ پھر بمبئی اگر ان جگہوں سے دو دو شمارے بھی شائع ہوئے ہوں تو ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو جاتا ہے اور نومبر ۱۹۰۳ء سے ڈیڑھ سال ۱۹۰۵ء کے اپریل میں ہوتے ہیں۔

پرچہ کی ضخامت کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ کچھ ماہ بعد کتابی صورت میں کم از کم تین جزو کی ضخامت تک پہونچا دیا گیا۔ حالانکہ پرچہ کی ضخامت کا حساب یہ ہے کہ نومبر ۱۹۰۳ء سے جنوری ۱۹۰۴ء تک ۱۶ صفحات پر مشتمل یہ ماہنامہ نکلتا رہا یعنی صرف ایک جزو کی ضخامت تھی۔ پھر فروری، مارچ، اپریل ۲۴ صفحات یعنی ڈیڑھ جزو ضخامت رہی مئی کا پرچہ ۳۲ صفحات یعنی دو جزو اور جون وجولائی کا مشترک پرچہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مئی اور جون جولائی کے شماروں میں "ترجمان لبک" کی کتاب "دی پرس آف دی لائیف" کے ترجمے کے ۸ صفحات اور ۱۰ صفحات شامل کر لیے گئے ہیں۔

"مخزن" کے بارے میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"اس دور کا سب سے زیادہ باوقار اور بلند معیار ادبی ماہنامہ "مخزن" تھا جو شیخ عبدالقادر مرحوم کے زیر ادارت لاہور سے نکلتا تھا اور جس نے لوگوں میں ادبی ذوق پیدا کرنے میں نہایت نمایاں حصہ لیا تھا۔
مولانا آزاد اس کے مستقل خریدار تھے اور اس میں مسلسل لکھتے تھے۔ ایک مضمون صحافت اور اس کے متعلقات اور فوائد پر بھی تھا۔ نیز آپ اپنا کلام بھی اس رسالے میں شائع کراتے رہے۔"

خورشید صاحب کے لکھنے کے مطابق مولانا اس میں مسلسل لکھتے تھے اور کلام شائع کراتے تھے حالانکہ مولانا کے صرف دو مضامین (۱) فن اخبار نویسی (مخزن مئی ۱۹۰۲ء) (۲) حکیم خاقانی شروانی (مخزن اگست ۱۹۰۲ء) (باقی صفحہ ۹ پر)

عہ میں نے ان دونوں مضامین کی نقل اردو ادب آزاد نمبر کو بھیجے تھے جو آزاد نمبر میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

عبدالقوی دسنوی

رشتۂ دل

رئیسہ بیتابی

آخرِ شب یہ ڈوبتا ہوا چاند
جس کے پیچھے ہے کہکشاں کا ہجوم
نیلے ساگر میں ڈوب جائے گا

سرِ مژگاں ٹھہرا ہوا آنسو!
جو اندھیروں میں تھا کبھی محبوس
خاک پہ گر کے نور کھو دے گا

رہگزاروں کے رینگتے سائے
جو ہیں انساں کے تعاقب میں
وقت ڈھلنے پہ ساتھ چھوڑیں گے

اس لیے اے "سفینۂ غمِ دل"
ایک رشتہ بہت ہی گہرا ہے
درد جو تیرے ساتھ رہتا ہے

یاد

ظفر غوری

ارضِ مہتاب سے یہ کون پری اتری ہے؟
کہکشاں زار پہ دیکھا ہے کسے محوِ خرام؟
سوئی سوئی ہوئی لہروں نے بھی لی انگڑائی
بسترِ گل سے اٹھی چونک کے مخمور صبا
بند کلیوں نے بھی چپکے سے کوئی نام لیا!
دل کے دروازے پہ ہونے لگی ہلکی دستک
نرم سی گدگدی نے روح کو بیدار کیا!!

کون ہے! جو مری تنہائی میں در آیا ہے؟
اس خرابے میں تو اب کوئی نہیں، کوئی نہیں!

قطعہ

خلیل تنویر

فضا میں گھول دی اپنے لہو کی سرخ شفق
مگر نکھر نہ سکے ظلمتوں کے پیراہن
نظامِ جبر رہی، دورِ انتشار رہی
رہی لہو سے معطر فرازِ دار و رسن

امریکی یونیورسٹیوں میں اردو تعلیم

محمد معظم صدیقی (مقیم امریکہ)

امریکہ میں اردو کی تعلیم کا انتظام چند سال قبل ہی ہوا ہے جب کہ ۱۹۷۵ء میں امریکی کانگریس نے ایک قانون منظور کیا جس کی رو سے یہ طے پایا ہے کہ وفاقی حکومت غیر ملکی ثقافت اور لسانی تعلیم کے لیے مختلف امریکی جامعات میں مراکز قائم کرے گی اور ان کو مالی امداد بھی دے گی۔

لسانی قانون کے منظور ہونے کے بعد ہندوستان کی مختلف زبانوں کی تعلیم کا کام سب سے پہلے پن سلوینیا (PENN-YSELVANIA) یونیورسٹی میں شروع ہوا۔ اس وقت دس سے زیادہ یونیورسٹیوں میں ہندوستانی زبانوں کی تعلیم ہوتی ہے جن میں کیلی فورنیا (برکلے)، شکاگو، وسکانسن، کولمبیا، واشنگٹن، ڈیوک، ٹیکساس، ایریزونا اور ہوائی جامعات قابل ذکر ہیں اردو کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام برکلے، وسکانسن، شکاگو اور واشنگٹن میں ہے اور دوسری جگہ اردو ہندی کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے اس کے علاوہ اردو یہاں کے ایک عیسائی مذہبی ادارے ہارٹ فورڈ تھیولوجیکل سوسائٹی (HART FORD THEOLOGICAL SOCIETY) میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔

اردو کے امریکی ماہر لسانیات میں کیلی فورنیا یونیورسٹی کے جان گمپرز اور وسکانسن یونیورسٹی کے ہیلے مور کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ لیرڈ مین پرے بھی کافی مشہور ہیں۔

زبان اردو کی تعلیم کے لیے وسکانسن یونیورسٹی کو خاص مقام حاصل ہے کیونکہ یہاں ہندوستانی عوام کا باقاعدہ شعبہ موجود ہے جس کے صدر پروفیسر رانیمن ہیں جو بڑے علم دوست آدمی ہیں اور سنسکرت اردو اور ہندی سے اچھی طرح واقف ہیں یہاں کی لائبریری میں اردو کی تمام مشہور کتابیں موجود ہیں حال ہی میں اردو کی سات سو کتابیں واشنگٹن سے یہاں آئی ہیں۔

وسکانسن کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہاں اردو زبان و ادب میں ریسرچ و تحقیق کا کام جاری ہے اس وقت چار امریکی طلب غالب اور میر کی شاعری پر تحقیق کر رہے ہیں۔ ایک اور امتیاز اردو کے متعلق جامعہ وسکانسن کو حاصل ہے کہ یہاں پی۔ ایچ۔ ڈی میں غیر ملکی زبان کے طور پر ایک یورپی زبان کے ساتھ اردو کو بھی لیا جا سکتا ہے۔ امریکہ کی کسی دوسری جامعہ میں اس قسم کی سہولت موجود نہیں ہے۔

امریکہ کے علاوہ کناڈا میں میکگل (MEC GILL) اور ٹورنٹو کی جامعات میں اردو کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے۔

(قومی آواز)

صفحہ ۳ سے آگے

اور ایک غزل جس کا مطلع تھا ۔

کیوں اسیر گیسوئے خمدار قاتل ہوگیا
ہائے کیا بیٹھے بٹھائے تجھکو اے دل ہوگیا

شایع ہوئی۔

مولانا احمد حسین صاحب کے بارے میں خورشید صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "مولوی احمد حسین نے کلکتہ سے "تحفۂ محمدیہ" جاری کیا جو ایک علمی اور مذہبی رسالہ تھا۔ اس کی ترتیب مولانا آزاد کے سپرد ہوئی۔"

مولانا ابوالکلام آزاد ۲۰ ر دسمبر ۱۹۰۳ء کے لسان الصدق میں تحریر کرتے ہیں۔

"ندوۃ العلما کلکتہ کی کشش نے انھیں (مولوی احمد حسین) کلکتہ پہونچایا اور انھوں نے کلکتہ کا مشہور اخبار "احسن الاخبار" جاری کیا...... تقریباً دو سال تک جاری رہا اور اس کے بعد چند مجبوریاں ایسی پیش آئیں کہ اخبار کو بند کرکے آئندہ کے لیے مشتاق پبلک کو منتشر کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک علمی ملازمت حاصل کرکے یہ دارجلنگ چلے گئے۔ ہائے وہاں جانا ان کا آخری سفر تھا۔ جو ٹھیک سفر آخرت ہوکر پیش آیا کل کی بات ہے کہ مولوی صاحب مرحوم احسن الاخبار کے دوبارہ نکالنے کی فکر میں تھے۔ آج ان کے انتقال کی خبر "ناشاد آزاد" کے قلم سے لسان الصدق کے کالموں میں شایع ہورہی ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ کلکتہ آنے کے بعد مولوی احمد حسین صاحب نے "احسن الاخبار" جاری کیا اور پھر اس کے بند ہونے کے بعد کوئی دوسرا پرچہ نہ نکال سکے ورنہ آزاد اس کا تذکرہ کرتے۔

"پیغام" کے سلسلے میں خورشید صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے پیغام جاری کیا جس کا پہلا شمارہ ۲۳ ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو نکلا۔ اس کے مدیر تو مولانا خود تھے لیکن معاونت کے لیے مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی موجود تھے" ص ۲۰۸

حالانکہ ایڈیٹر عبدالرزاق ملیح آبادی تھے البتہ ابوالکلام آزاد کی زیر نگرانی یہ پرچہ شایع ہوتا تھا۔

یہ تمام باتیں اس کتاب کے صرف اس حصہ میں ہیں جو مولانا آزاد سے متعلق ہے۔ دوسرے حصوں میں ممکن ہے کہ اسی قسم کی کوتاہیاں ہوں۔

ایسی کتابوں میں اس قسم کی لغزشیں افسوسناک ہیں۔ اور جو آئندہ تحقیق کرنے والوں کو مشکلات میں ڈال سکتے ہیں۔ میں مصنف سے عرض کروں گا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس قسم کی لغزشیں اگر دور کردی گئیں تو یقیناً کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوجائے گا۔

ڈاکٹر بی بشیر موداہا

سہ لسانی فارمولہ اور اردو

میں نے شروع سے اس فارمولہ کو غیر مناسب بتایا تھا جس میں ہندی انگریزی کے علاوہ اتر پردیش میں سنسکرت کو شامل کیا گیا تھا بلاشبہ سنسکرت ایک زبان ہے اور اس کا اپنا ذاتی مقام کچھ جگہوں پر مخصوص ہے مگر اردو اپنے مٹھاس، عام فہم نرم اور سیدھی سادی زبان ہونے کی وجہ سے ہمارے ملک بھارت کے کونے کونے میں سمجھی جاتی ہے خصوصاً شمالی ہندوستان میں اتر پردیش، بہار دہلی اور پنجاب و کشمیر میں تو اس کے بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد ۷۵ فیصدی ہے۔ ان میں ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی سبھی فرقوں کے لوگ شریک ہیں۔ صدر جمہوریہ ہند کو اتنی بڑی یادداشت (درخواست دستخطی) اردو کے حامیوں نے کئی سال پہلے پیش کی تھی کہ اتنا بڑا دستاویز دنیا کے کسی حصہ میں سننے میں نہیں آیا مگر پتہ نہیں اس کا کیا حشر ہوا اور وہ میلوں لمبا دستاویز کہاں رکھا گیا کیا کارروائی ہوئی؟ آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو نے متعدد بار زور دے کر کہا کہ اردو کا جائز مقام ملنا چاہیے مگر افسوس ہے کہ حکومت کی مشینری نے اس کی طرف کبھی دھیان نہیں دیا۔ ہندی زبان سے اردو کا کوئی جھگڑا نہیں ہے بھارت میں جتنی زبانیں ہیں ان کا اپنا مقام ہے سب کو پھولنے پھلنے میں تنگ نظری سے کام نہ لیا جانا چاہیے۔

لسانی اقلیتوں کے کمشنر نے ابھی حال کی رپورٹ میں جن باتوں کا تذکرہ کیا ہے اس کے دیکھنے سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کے لکھنے کے باوجود بھی ریاستی حکومتیں سہ لسانی فارمولے کے تحت اقلیتوں کی مادری زبان کو وہ اہمیت نہیں دیتی ہیں جو دی جانی چاہیے (اس میں اردو خاص طور سے شامل ہے) خصوصاً اتر پردیش حکومت اس مسئلہ میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔

ہماری رولنگ پارٹی (آل انڈیا کانگریس) نے پچھلے مہینوں میں یہ طے کیا ہے کہ ہندوستانی آئین میں درج تمام چودہ زبانوں کو پبلک سروس کمیشن کے انتخاب میں استعمال کیا جائے گا۔ سہ لسانی فارمولا لاگو ہونے پر مرکزی سرکار پوری توجہ کرے تاکہ قومی یکجہتی کو بڑھاوا ملے۔ ہم منتظر ہیں کہ اردو کو کب اس کا صحیح و جائز مقام ملتا ہے یا محض اعلان ہی اعلان ہے جیسا کہ عرصہ سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ اردو زبان میں اہم علمی کتابوں کے ترجمے اور معیاری لٹریچر موجود ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کی دین ہے اس لیے اردو کو ذریعہ امتحان بننے میں اردو داں اشخاص کو کافی سہولت ہو سکتی ہے۔

میرا اپنا ذاتی مشورہ ہے کہ حکومت کو ان چودہ زبانوں کی الگ الگ ریاستی سطح پر ایک ایک یونیورسٹی قائم کر دینا چاہیے اور ریاستی کمیشن میں ان مقامی زبانوں کا استعمال ہو مرکزی پبلک سروس کمیشن میں انگریزی، ہندی کے علاوہ ایک زبان ریاستی ہو سکتی ہے اردو کی ایک الگ یونیورسٹی بھارت سرکار کو کسی مناسب مقام پر جدید تعلیمی انداز پر قائم کر دینی چاہیے اس سے تمام شکایت شکووں کی کمی بھی ہو جائے گی اور اردو داں طبقہ اطمینان کی سانس لے سکے گا۔

میں حکومت اتر پردیش سے پرخلوص اور نہایت دیانت داری سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اسی تعلیمی سال ہی سے جو شروع ہوا ہے ریاست میں اردو اور دوسری ہندوستانی زبانوں کو سہ لسانی فارمولے کے تحت پڑھانے کا معقول انتظام کرے۔ اس میں ملک عوام اور حکومت سب کی اچھائی و بہتری ہے اور بہت سے لسانی جھگڑے اپنے آپ ختم ہو جائیں گے۔

میں آخر میں صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر رادھا کرشنن اور نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب سے بھی التجا کروں گی کہ اردو زبان کو اس کا جائز مقام دلانے کے لیے وہ آرڈیننس یا مناسب ہدایات جاری کریں۔

اگر اس کے بعد بھی کوئی مناسب شکل بہتری کی سامنے نہیں آتی تو حامیان اردو کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا کہ اب کون طریقہ و روش اپنایا جائے جس سے اردو کو اپنا مقام ملے اور دوسری زبانیں بھی پھلتی پھولتی رہیں۔

مراسلات

گوپی چند نارنگ کی تحقیق

"ہماری زبان" کے پچھلے چند شماروں میں محترم جناب ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا تحقیقی مقالہ بار بار مطالعہ کیا۔

اس کے سلسلے میں نارنگ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جنگی، رنگی، بھنگی، ڈنگا، ڈنگا، وغیرہ الفاظ کی ترکیب (متعقنا دلیپ) کس طرح سے ہوئی۔ اور مزید یہ کہ اردو شعریت میں غنائی نون والے الفاظ کے اوزان صحیح صحیح کیا ہونے چاہییں۔ مثال کے پانچوں الفاظ اردو اشعار میں فع لن کے وزن پر آتے ہیں۔ اور جنگ، رنگ، ڈھنگ، بنگ وغیرہ الفاظ فاع کے وزن پر آتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ بانگ، تانگ، مانگ وغیرہ بھی فاع کے وزن پر آتے ہیں؛ حالانکہ ان الفاظ میں بھی، عام اردو تلفظ کے مطابق، غنائی نون ہے، نہ کہ غنائی نون، لکھا ہے۔

میرے خیال میں اس نون گاف اور نون کاف کی ملی ہوئی آواز کو "دو صوتہ" (Diphthong) کہنا چاہیے۔ اور یہ دو صوتہ ملفوظی طور پر ناقابلِ تقسیم ہے۔ اس طرح پہلی مثال کے پانچوں الفاظ میں گاف اور کاف مشدد ہیں۔ اب دوسری مثال کے الفاظ کا وزن ہوتا ہے فع۔ اور فاع وزن لانے کے لیے گاف اور کاف کو مشدد پڑھنا پڑے گا۔ اگر جنگ، رنگ وغیرہ کا وزن اسی طرح مان لیا جائے تو پھر مانگ، بانگ وغیرہ سبب خفیف مقدم بر سبب ثقیل والے وزن پر آنے چاہییں؛ اور عموماً ایسا ہوتا نہیں ہے۔ اس طرح رنگ، جنگ وغیرہ الفاظ کے دو اوزان ہو جاتے ہیں۔ ایک تو عام تلفظ کے مطابق فطری وزن فع، دوسرا مصنوعی تلفظ کے مطابق فاع۔

میں نے کئی ماہ پیشتر ڈاکٹر صاحب سے "رنگ" کا وزن دریافت کیا تھا۔ انھوں نے بین الاقوامی صوتی علامات میں اس کو تخلیط (TRANSLITERATE) کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اب میں خود ہی اس کا وزن متعین کر لوں۔ اس سے میری تشفی نہیں ہوئی۔ میں نے پھر "ہماری زبان" میں ایک مراسلہ بھیجا کہ رنگ، جنگ وغیرہ کے دو اوزان ہیں۔ انجمن نے ایک بزرگ سے پرائیویٹ جواب لکھوا کر بھیج دیا۔ بزرگ موصوف نے صوتیات کی جگہ روایات کی روشنی میں میرے نظریے کی جس کی صحت تامہ کا مجھے بھی دعویٰ نہیں، تغلیط کر دی۔ اب اس موقع کو غنیمت جان کر میں پھر یہ بحث چھیڑتا ہوں کہ مشمولہ الفاظ کے صحیح اوزان کیا ہیں۔ واضح ہو کہ اردو میں الفاظ کے اوزان کا انحصار، اردو صوتیات پر ہے؛ اور صوتیات تلفظ کا علم ہے۔ اس لیے اس بحث کو روایات کی جگہ صوتیات کی روشنی میں طے کرنا چاہیے۔

(اقبال کرشن)

اردو بیسک ریڈرس نایاب

جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے وہ ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے اردو پڑھ سکتے ہیں مگر آج کل اردو پڑھنا ایک زبردست جہاد ہے۔ حکومت کے وعدوں کے باوجود کتنی ہی دشواریاں ہیں۔ اسکول و کالج کھلے ۲ ماہ ہو گئے لیکن ابھی تک پرائمری درجات کے بچوں کے لیے بیسک ریڈرس چھپ کر بازار میں نہیں آ سکیں۔ یہ شکایت دیہی علاقوں کی نہیں بلکہ یو۔پی کے بڑے بڑے شہروں کی ہے جن میں الٰہ آباد کا ذکر خاص طور پر ہے۔ معلوم ہوا کہ ابھی کتابیں فرخ آباد میں چھپ رہی ہیں۔ اگر یہ معاملہ کسی لازمی مضمون کا ہوتا تو نقصان صرف یہی ہوتا کہ بچوں کی پڑھائی میں حرج ہوتا مگر چونکہ بیچاری اردو صرف اختیاری مضمون ہے اس لیے بچے دوسرے مضامین لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ابھی تک یہی رونا تھا کہ اردو و ہندی ریڈرس کے اسباق مشترک ہوتے ہیں اب کتابیں ہی غائب ہو گئیں ؂

تم نے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟

امید ہے ہمارے اردو دوست حضرات اردو پڑھنے والے بچوں کو اس پریشانی سے نجات دلانے کے لیے فوری توجہ فرمائیں۔

(اشفاق حسین کانپور)

اردو کی بقا کے لیے تعمیری کاموں کی ضرورت

تعمیری کاموں میں ہی پہلے غور کیجیے اس بات کی کہ نئی نسل کے اردو سیکھنے کے لیے اسٹیپل ریڈرس جیسی کارآمد کتابیں ناپید ہو گئیں، جنھیں چھاپ کر انجمن پیسہ بھی کما سکتی تھی اور پرائیویٹ طور پر اردو سیکھنے والوں کی مدد بھی کر سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ بڑے اور اہم شہروں سے بھی اردو کاتب ناپید ہو رہے ہیں ان کی تربیت کا اہتمام بھی اردو کو زندہ رکھنے کا ایک موثر طریقہ ہے۔

(برج بہادر سنہا)

سید محمد جعفری کا کلام

مجھے مزاحیہ شاعر سید محمد جعفری کا کلام درکار ہے۔ سید محمد جعفری کی مزاحیہ نظمیں غزلیں جن حضرات کے پاس ہوں مندرجہ ذیل پتے پر روانہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ مجھ پر احسان ہوگا۔

(رشید رضا بیگ)

(محلہ کٹرہ کوٹیا، موتی مسجد رام پور (یو۔پی))

انجمن ترقی اردو شاخ پربھنی کی چار میٹنگوں کی روداد

ایڈہاک کمیٹی کی تشکیل

۲۰ر جون ۶۵ء بر مکان جناب محمد عبد الرحمن خاں صاحب ایڈوکیٹ (سابق ایم۔ ایل۔ سی) انجمن ترقی اردو کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جناب محمد مظہر علی خاں صاحب ایڈوکیٹ نائب صدر علاقہ مرہٹواڑہ اس جلسہ کے کنوینر تھے۔ صدر انجمن ترقی اردو علاقہ مرہٹواڑہ نے اپنی افتتاحی تقریر میں انجمن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے وقتی ضرورتوں اور حالات کا جائزہ لیا۔ اور اردو زبان کی ترقی و توسیع کے امکانات کی جانب اشارات پیش کیے۔

اردو کے ابتدائی مدارس کے قیام اور موجودہ اسکولوں میں اردو تعلیم کی جماعتوں کے قائم کیے جانے کی ضرورت پر زور دیا۔ علاوہ ازیں ریاستی سطح پر اردو کو اس کا جائز مقام دیے جانے اور اس کے حقوق کی اور دستور کے تحت عطا کردہ مراعات کی جانب توجہ دلائی۔

جلسہ کی صدارت شہر پربھنی کے ایم۔ ایل۔ اے اور سٹی میونسپلٹی (بلدیہ) کے نائب صدر جناب شیش راؤ صاحب دیشمکھ نے فرمائی۔ میر ہاشم علی صاحب نے اپنی تقریر میں اس تنگ خیالی کی مذمت کی کہ اردو کا مسئلہ محض مسلمانوں کی زبان کا مسئلہ ہے۔

جناب سری پت راؤ صاحب ساونگی کر ایڈوکیٹ نے اس موقع پر فرمایا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ یہ عوام کی ہے اور اس کو بھی دوسری زبانوں کی طرح ترقی کا موقع ملنا چاہیے۔

میر ہاشم علی کے علاوہ محمد عبد الرحمن، سری پت راؤ، جگیشور دیال اور صدر جلسہ نے بھی اردو کے مسائل پر بصیرت افروز تقریریں کیں۔

جناب محمد مظہر علی خاں صاحب کی تجویز پر حسب ذیل ایڈہاک کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔

(۱) صدر ایڈہاک کمیٹی — جناب میر ہاشم علی صاحب بی کام ایل ایل بی ایڈوکیٹ و صدر نشین بلدیہ پربھنی

(۲) سکریٹری — جناب خلیل احمد خاں صاحب یوسف زئی

اراکین کمیٹی

(۱) جناب محمد عبد الرحمن خاں صاحب

(۲) جناب میر ہاشم علی صاحب

(۳) جناب شیش راؤ صاحب ایم۔ ایل۔ اے

(۴) جناب ڈاکٹر رتناکر راؤ صاحب

(۵) جناب فیروز رتن شاہ صاحب

(۶) جناب لمباجی راؤ صاحب ددد گاؤنکر

(۷) جناب دنانک راؤ صاحب

(۸) جناب خیر المبین صاحب

(۹) جناب غلام یسین خاں صاحب

(۱۰) جناب جگیشور دیال صاحب

(۱۱) جناب ابراہیم علی خاں صاحب

(۱۲) جناب منظور احمد خاں صاحب

(۱۳) جناب ایس۔ ایم حسین صاحب

(۱۴) جناب سید مصطفی علی صاحب

(۱۵) جناب مرزا فیاض بیگ صاحب

(۱۶) جناب سری پت راؤ صاحب ساونگی کر

(۱۷) جناب میر تلاوت علی صاحب

(۱۸) جناب امام الدین صاحب یقین

(۱۹) جناب خلیل احمد خاں صاحب

(۲۰) جناب سید مسکین صاحب

(۲۱) جناب محمد حنیف صاحب

(۲۲) جناب اکبر خاں صاحب

(۲۳) جناب محبوب خاں صاحب

رکنیت سازی اور انجمن کے دفتر اور لائبریری کے لیے زمین حاصل کرنے کی مہم

۴ر جولائی ۶۵ء جناب میر ہاشم علی صاحب کی صدارت میں اراکین اڈھاک کمیٹی انجمن ترقی اردو شاخ پربھنی کی ایک میٹنگ ہوئی۔

خلیل احمد خاں سکریٹری نے سابقہ جلسہ منعقدہ ۲۰ر جون ۶۵ء کی رپورٹ سنائی جس کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

جناب میر ہاشم علی صاحب نے اراکین اڈھاک کمیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے رکنیت سازی کی مہم کے آغاز کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے یہ طے کیا گیا کہ ۱۱ر جولائی ۶۵ء تک رکنیت سازی کا کام مکمل کر دیا جائے۔ اس موقع پر جناب محمد عبد الرحمن خاں صاحب نے ایک تحریک پیش کی کہ انجمن ترقی اردو شاخ پربھنی کے لیے بلدیہ سے ایک پلاٹ رعایتی قیمت پر حاصل کیا جانا چاہیے تاکہ انجمن ترقی اردو کا آفس۔ لائبریری وغیرہ قائم کی جا سکے۔ اس تحریک کی تائید جلیل احمد خاں سکریٹری نے کرتے ہوئے مفید اور بنیادی تحریک قرار دیا جس کو متفقہ طور

پر منظور کرتے ہوئے بلدیہ سے فوری ربط پیدا کرنا طے ہوا اور یہ بھی طے کیا گیا کہ جناب محمد مظہر علی خاں صاحب انجمن کی جانب سے نمائندگی کریں۔ جناب میر ہاشم علی صاحب صدر اڈھاک کمیٹی جو صدر نشین بلدیہ بھی ہیں جناب محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کی تحریک کی ستائش کرتے ہوئے پلاٹ کو جلد حاصل کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اس میٹنگ میں اراکین کے علاوہ جناب محمد مظہر علی خاں صاحب نائب صدر انجمن ترقی اردو علاقہ مرہٹواڑہ نے بھی شرکت کی۔

اردو میں قومی مفاد کا لٹریچر شایع کرنے کی تجویز

محمد مظہر علی خاں صاحب ایڈوکیٹ کے مکان پر ۶ بجے شام بتاریخ ۱۸ جولائی اڈھاک کمیٹی انجمن ترقی اردو کی ایک میٹنگ زیر صدارت جناب میر ہاشم علی صاحب، صدر کمیٹی منعقد ہوئی۔ خلیل احمد خاں سکریٹری نے سابقہ میٹنگ منعقدہ ۴ جولائی ۱۹۶۵ء کی رپورٹ پیش کی جس کی متفقہ طور پر توثیق کی گئی۔

علاقہ مرہٹواڑہ انجمن ترقی اردو (ہند) مہاراشٹرا کے نائب صدر جناب محمد مظہر علی خاں صاحب نے اس میٹنگ کو مخاطب کرتے ہوئے مہم رکنیت سازی کو جلد تکمیل کرنے پر توجہ دلائی تاکہ آئندہ جلد ہی ایک انتخابی کمیٹی تشکیل دی جاسکے۔

بعض مقامات مثلاً ہنگولی، مسوڈ، شاہ پور، بسمت نگر وغیرہ میں اردو جماعتوں کے قائم کرنے اور اردو کے جن طلبا کو دقتوں میں دشواری ہو رہی ہے نمائندگی کرنا طے کیا گیا۔ اور اردو زبان میں بھی قومی مفاد کا لٹریچر فراہم کرنے پر زور دیا تاکہ اردو داں طبقہ بھی آسانی سے اپنے قومی مفادات سے بخوبی واقف ہوسکے۔

اس کے علاوہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ قیام لائبریری کے پلاٹ کے سلسلہ میں جلد ہی موزوں مقام منتخب کر کے بلدیہ سے ربط قائم کیا جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اردو دوستوں نیز اردو کے ہمدردوں سے اردو کی ترقی کے لیے اچھی توقعات ہیں۔

صدر اڈھاک کمیٹی جناب میر ہاشم علی صاحب نے مخاطب کرتے ہوئے جناب مظہر علی خاں صاحب کے اظہار خیال کی ستائش کرتے ہوئے مہم رکنیت سازی کی آخری تاریخ ۲۵ جولائی ۱۹۶۵ء مقرر کرنے سے اتفاق کرتے ہوئے تمام اراکین کمیٹی سے خواہش ظاہر کی کہ وہ سکریٹری کمیٹی کے پاس ۲۵ جولائی ۱۹۶۵ء تک معہ رسائد بک حساب داخل کردیں۔

اردو جماعتوں کے قیام کے لیے تعلیمی کمیٹی کی تشکیل

صدر اڈہاک کمیٹی انجمن ترقی اردو شاخ پربھنی کی صدارت میں اراکین اڈہاک کمیٹی کی ایک ہنگامی میٹنگ ہوئی۔ سکریٹری نے ۱۰ جولائی ۱۹۶۵ء کی منعقدہ میٹنگ کی روئیداد پیش کی۔ جس کی متفقہ طور پر توثیق کی گئی۔ جناب محمد مظہر علی خاں صاحب نے انجمن ترقی اردو کے اغراض و مقاصد اور شاخوں کے قیام کے سلسلہ میں تفصیلات بتائیں۔

جناب محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب نے ضلع پریشد اور دیگر عہدہ داران وغیرہ کے پاس اردو جماعتوں کے قیام وغیرہ کے سلسلہ میں نمائندگی کرنے کی ایک تحریک پیش کی اور ایک تعلیمی کمیٹی کے لیے پانچ اراکین منتخب کئے گئے۔

(۱) جناب محمد مظہر علی خاں صاحب نائب صدر انجمن ترقی اردو علاقہ مرہٹواڑہ
(۲) جناب میر ہاشم علی صاحب صدر اڈہاک کمیٹی
(۳) جناب محمد عبدالرحمٰن خان صاحب
(۴) جناب سری پت راؤ صاحب ساؤنگی کر
(۵) جناب ستیش راؤ صاحب ایم۔ ایل۔ اے

اور یہ بھی طے کیا گیا کہ کم از کم ان میں کوئی تین اراکین بھی فوری طور پر نمائندگی کریں گے۔ جناب صدر کمیٹی میر ہاشم علی صاحب نے رسائد بک مکمل طور پر وصول نہ ہونے کی وجہ سے ۲۵ جولائی ۱۹۶۵ء کے بجائے توسیع کرتے ہوئے ۸ اگست ۱۹۶۵ء رکنیت سازی اور مکمل حسابات سکریٹری کے پاس داخل کرنے کی مقرر کی۔ اور یہ بھی طے کیا گیا کہ آئندہ میٹنگ میں جلسہ عام کی انتخابی تاریخ کا اعلان کیا جائے گا۔

خلیل احمد خاں
سکریٹری ایڈہاک کمیٹی انجمن ترقی اردو
شاخ پربھنی

شاخ ماڈل ٹاؤن پٹیالہ کے انتخابات

پٹیالہ۔ انجمن ترقی اردو (ہند) پنجاب ماڈل ٹاؤن پٹیالہ کا ایک جلسہ جناب سردار اودے سنگھ شائق کے دولت کدہ پر انھیں کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر انجمن کے مندرجہ ذیل عہدیداران منتخب ہوئے۔

سرپرست:۔ لسان الاعجاز سردار اودے سنگھ شائق
صدر:۔ پروفیسر کرپال سنگھ بیدار۔
نائب صدر:۔ جناب نوبہار صابر (۲) پروفیسر جنگ سنگھ
جنرل سکریٹری:۔ جناب مہیش پٹیالوی

آفس سکریٹری :- جناب جوہر بھارتی
فنانس سکریٹری :- جناب پورن چند ٹنڈن
جوائنٹ سکریٹری :- جناب پریم حیرت
پبلسٹی سکریٹری :- جناب راج دیوانہ

مہیش پٹیالوی
جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند)
پنجاب پٹیالہ

جھنجھنوں (راجستھان) میں اردو کی تعلیم

جھنجھنوں کی مقامی انجمن ترقی اردو اور ادارہ بزم ادب کے زیر قیادت یہاں کے چند مخلص اردو دوست نوجوانوں نے ضلع کے مختلف سرکاری اسکولوں میں اردو تعلیم کا انتظام کرانے کا جو بیڑہ اٹھا رکھا تھا خدا کا شکر ہے اب اس میں کافی حد تک کامیابی کے آثار نمایاں ہیں۔ اس سلسلے میں پچھلے کئی مہینوں سے متعلقہ حکام سے رابطہ قائم کیا جا رہا تھا وقتاً فوقتاً درخواستیں دینے کے علاوہ انجمن کے وفد بھی انسپکٹر آف اسکولس سے ملتے رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ضلع کے کئی اسکولوں میں اردو ٹیچرس کا انتظام کر دیا گیا ہے اور جو بچ گئے ہیں ان میں بھی عنقریب انتظام ہو جانے کی پوری امید ہے۔

(نامہ نگار)

ضلع غازیپور میں ستر مکاتب اسلامیہ، پرائمری اور جونیر اسکولوں میں اردو کی تعلیم

ناظم عمومی ضلع جمعیۃ علماء غازیپور کا بیان

غازی پور (بذریعہ ڈاک) عزیز الحسن صدیقی ناظم عمومی ضلع جمعیۃ علماء غازی پور نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ جمعیۃ علماء غازی پور ضلع کے مکاتب اسلامیہ، پرائمری اور جونیر اسکولوں میں اردو تعلیم جاری کرانے کے لیے عرصہ سے کوشاں ہے، اس کو اس مہم میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ضلع کے جن اسکولوں میں ۴۷ء کے بعد محکمۂ تعلیم کی زیادتیوں اور اردو والوں کی لاپروائیوں سے اردو تعلیم بند ہو چکی تھی، اور ان کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہاں دوبارہ اردو جاری ہو سکتی ہے، جمعیۃ علماء کی خاموش جد و جہد کے نتیجہ میں آج اردو پڑھائی جاری ہے۔ اردو کے سلسلے میں حکومت نے جو رعایتیں دے رکھی ہیں، ان کی طرف حکام کو متوجہ کیا گیا اور بار بار ان کا حوالہ دے کر انھیں اس حد تک مجبور کر دیا گیا کہ ان کو ان تمام اسکولوں میں اردو تعلیم جاری کرنا پڑی جہاں اردو کے خواہش مند طلبہ کی مطلوبہ تعداد موجود تھی۔

اپنے بیان میں ناظم عمومی ضلع جمعیۃ علماء غازیپور نے اعداد و شمار کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اب تک جمعیۃ علماء کی کوششوں سے غازیپور میں بھی ستر مکاتب اسلامیہ، پرائمری اور جونیر ہائی اسکولوں میں اردو کی تعلیم جاری ہو چکی ہے اور اس وقت مزید چوبیس اسکولوں میں اجراء کے لیے جد و جہد جاری ہے۔ جمعیۃ علماء غازیپور نے اس مقصد کے لیے باضابطہ فارم چھپوائے اور دور دراز دیہاتوں میں اپنے کارکنوں کے ذریعہ ایسے اسکولوں میں جہاں اردو چاہنے والے طلبہ موجود تھے، مگر وہاں کے اساتذہ رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے، سرپرستوں سے فارموں پر دستخط کرائے، ہیڈ ماسٹروں سے مطالبے کیے۔ کسی پرائمری اسکول میں ایک درجہ میں دس یا پورے اسکول میں چالیس طلبہ اردو چاہنے والے موجود ہیں تو وہاں کے ہیڈ ماسٹر کو تیار کیا اور اگر وہ آمادہ نہ ہوا تو افسران بالا کو توجہ دلائی گئی۔ ضلع پریشد اور انسپکٹروں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اتنی بڑی تعداد میں ضلع کے اسکولوں میں اردو جاری ہو گئی۔

آگے چل کر اس امید کا اظہار کیا گیا ہے کہ "اگر ہر ضلع میں ایسے دو چار سرگرم کارکن تیار ہو جائیں جو گورنمنٹ سرکلرس سے واقفیت حاصل کر لیں تو اردو کی وکالت بآسانی کر سکتے ہیں۔ پہلے ضلع بھر کے پرائمری اور جونیر ہائی اسکولوں کی فہرست بنائی جائے اور پھر ان مقامات کے دو چار خاص خاص آدمیوں سے رابطہ قائم کر کے انھیں شریک کار بنایا جائے۔ ایسے اشخاص کو بتلایا جائے کہ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جس پرائمری اسکول میں کسی کلاس میں دس یا پورے اسکول میں چالیس اور جس جونیر اسکول کے کسی درجہ میں کم سے کم پانچ طلبہ اردو کے خواہشمند موجود ہوں، ان کے سرپرستوں کی درخواست پر اردو کی تعلیم جاری کی جائے گی لہذا اس کی روشنی میں درخواستیں ہیڈ ماسٹر کے نام دلوائی جائیں۔ ایسی درخواستوں کی نقلیں ضلع کے ڈپٹی انسپکٹر اور ضلع جمعیۃ علماء اور انجمن ترقی اردو کے دفتر میں بھی بھیجی چاہئیں۔ اگر ہیڈ ماسٹر انکار کرے تو اس کو نرمی کے ساتھ سمجھایا جائے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکول میں اردو داں ٹیچر نہیں ہوتا ایسی صورت میں ڈپٹی انسپکٹر سے مل کر درخواست کی جائے کہ فلاں اسکول میں اردو داں ٹیچر نہیں ہے اور طلبہ نے اردو کی درخواست دے رکھی ہے اور ان کا نقصان ہو رہا ہے اس لیے جلد اردو داں ٹیچر وہاں بھیجا جائے اس کے بعد بھی کامیابی نہ ہو تو اس کی شکایت درج ذیل پتہ پر بھیجی جائے۔

ایچ۔ ایچ۔ عثمانی اسسٹنٹ ڈائرکٹر
ڈائرکٹر آف ایجوکیشن آفس۔ الہ آباد

پرائمری اسکولوں میں پہلے درجہ میں داخل کراتے وقت سرپرستوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے بچوں کی زبان ہندی نہ لکھ دی جائے۔ ہیڈ ماسٹر آنکھ بند کر کے ہندی لکھ دیا کرتے

(باقی صفحہ ۱۲ کالم پر)

تبصرہ

اردو شاعری کا مزاج

مصنف :۔ ڈاکٹر وزیر آغا

قیمت :۔ ۱۰۰ روپے

ملنے کا پتہ :۔ جدید ناشرین انارکلی لاہور

ادب و شعر کی تنقید، افہام و تفہیم، شرح و تفسیر کی شدید ضرورت اس وقت محسوس کی گئی جب نصاب تعلیم میں دوسرے علوم کے ساتھ ادب و شعر بھی شامل کئے گئے جیسے جیسے دوسرے علوم ترقی کرتے گئے اور ان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا ویسے ویسے تنقید کی اہمیت بڑھتی گئی اور اب ادبی تنقید علم کی ایک باقاعدہ شاخ ہے۔ اسی لیے سرسید تنقید کو "علم ادب" کہا کرتے تھے۔

ادبی تنقید اور دوسرے علوم میں ایک بہت بلیغ فرق یہ ہے کہ دوسرے علوم کو حاصل کرنے اور پھر ان سے عملی اور علمی زندگی میں کام لینے کے لیے مطالعہ محنت اور ریاضت بہت ضروری ہے لیکن ادبی تنقید کے لیے محنت، مطالعہ اور ریاضت کے ساتھ ساتھ ذوق جمال اور احساس لطیف کی بھی ضرورت ہے ہماری تنقید میں یہ تمام اجزا ایک ساتھ بہت کم ملتے ہیں اور اگر کہیں ہیں تو ان سے یہ سب کام نہیں لیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارے یہاں اچھی اور وسیع تنقید کا فقدان ہے۔

وزیر آغا اردو کے ان چند نئے نقادوں میں ہیں جن کی تحریریں ادبی حلقوں میں توجہ سے پڑھی جاتی ہیں اور ان کی آراء اور نتائج پر بحث کی جاتی ہے زیر تبصرہ کتاب "اردو شاعری کا مزاج" سے پہلے ان کی دو اور اہم تنقیدی کتابیں "اردو میں طنز و مزاح" اور "جدید نظم کا تجزیہ" شائع ہو چکی ہیں ان میں سے پہلی کتاب ان کا پی، ایچ ڈی کا مقالہ ہے اور دوسری ان مقالات کا مجموعہ جن میں انھوں نے جدید اردو نظم کا تاریخی اور فنی جائزہ لیا ہے اور ان تمام نقوش و امکانات کو روشن کیا ہے جو جدید نظم کے ارتقاء میں ممد و معاون ثابت ہوئے یا جو اس کے مستقبل کے ضامن ہیں۔

"اردو شاعری کا مزاج" بقول وزیر آغا ان کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے اردو شاعری کی مختلف اصناف کی خصوصیات اور خوبیوں کو اس تہذیبی و ثقافتی پس منظر میں نمایاں کیا ہے جس میں ان اصناف کی تشکیل ہوئی تہذیب و ثقافت کی اس بحث میں انھوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے مشرق کے تہذیبی ماضی اور اس کے تاریخی ارتقاء پر روشنی ڈالی ہے۔ ہندوستانی تہذیب کی یہ کہانی علمی اور فلسفیانہ انداز میں بیان کی گئی ہے اس میں صرف ان رجحانات اور نقوش کو ابھارا گیا ہے جن سے ہندوستانی تہذیب کی روح بے نقاب ہوتی ہے اور پھر ان سیاسی، تاریخی، معاشی بنیادوں کا سراغ لگایا ہے جو ہندوستان کی مخصوص تہذیب کو پروان چڑھانے میں مددگار ثابت ہوئیں اور اردو شاعری کو تاریخ کے مختلف اور اہم زمانوں میں متاثر کرتی رہیں، جس کے نتیجے کے طور پر شاعری کی مختلف اصناف بعض مخصوص موضوعات سے وابستہ ہو گئیں اور موضوعات کی رعایت سے ہر صنف کا ایک مخصوص فنی ڈھانچہ تیار ہو گیا یہ فنی ڈھانچہ سوائے معمولی رد و بدل کے آج تک ان اصناف سے مخصوص ہے۔ ہر صنف کی ابتدا اور اس کا ارتقا مخصوص تہذیبی، سیاسی اور معاشی حالات میں ہوا اس حقیقت کی تفصیل بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی گئی ہے۔

وزیر آغا صاحب نے شعری اصناف میں غزل، گیت، نظم اور جدید نظم کو اپنے مطالعہ کی بنیاد بنایا ہے اور ان اصناف کے مخصوص مزاج کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ تاریخ وار ان کے ارتقا کا جائزہ بھی لیا ہے۔ نیز ان تخلیقی مراحل کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے جن سے گزر کر مختلف اصناف کے مکمل نمونے وجود میں آتے ہیں انھوں نے اپنے ہر دعوے کے لیے مخصوص دلیلیں پیش کی ہیں اور کوئی بات ایسی اور اس طرح نہیں کہی ہے جو کسی طرح قاری کے لیے منافی ہو، ہاں ان کے بعض نتائج اور آرا سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، کسی کتابوں میں اس بات کا پایا جانا ناگزیر ہے اور یہ ایک طرح سے خیال انگیز کتابوں کی خوبی ہے، اور یہ خوبی اس کتاب میں بھی موجود ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی "اردو شاعری کا مزاج" اردو تنقید میں ایک اہم اضافہ ہے جس کا مطالعہ ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو اردو شاعری سے محبت اور دلچسپی رکھتا ہے ہمیں امید ہے کہ اس طرح کے اور مطالعے ہمارے سامنے آتے رہیں گے کیونکہ ایسے مطالعوں سے مجموعی طور پر اردو ادب کے سرمائے کی خصوصیات کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

صفحہ ۱ سے آگے

ہیں اس پر نگرانی رکھنی چاہیے۔ اگر یہاں اردو لکھدی گئی تو آئندہ اردو ضرور باقی رہے گی اس طرح ضلع غازیپور میں جن جن اسکولوں میں اردو جاری کرائی گئی ہے وہاں بجائے اس کے کہ ہر درجہ میں اردو کے لیے زور دیا گیا کوشش یہ کی گئی کہ درجہ اول میں اردو کی تعلیم شروع ہو جائے کیونکہ آئندہ درجوں میں تو وہ خود بخود جاری ہو جائے گی۔

(نامہ نگار)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا